ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بانی
شیخ التفسیر
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

جلد 31
شمارہ 18

نام اچھے رکھا کرو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نام میں عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی تعریف شامل ہو وہ نام اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے۔ حضرت وہب الجشمی رضؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام بہت محبوب ہیں"۔ ایک صحابی کی بچی کا نام برہ تھا آپؐ نے بدل کر زینب رکھ دیا۔ ایک کا نام عاصیہ تھا آپؐ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ ایک شخص کا نام حرب (لڑائی) تھا نبی رحمتؐ نے اس کا نام سَلَم (صلح) رکھ دیا۔ ایک جگہ کا نام شعب ضلالہ (گمراہی کی گھاٹی) تھا ہادیٔ اعظمؐ نے اس کا نام شعب ہدیٰ رکھ دیا۔ ایک زمین میں کچھ نہ اُگتا تھا۔ لوگ اسے حضرہ (بنجر زمین) کہا کرتے تھے۔ پیغمبر اعظمؐ نے اس کا نام بدل کر خضرہ (سرسبز) رکھ دیا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ زمین سرسبز شاداب ہو گئی

۱۵ نومبر ۸۵ء

دو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۱۸

— بیاد —

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

— رئیس الادارہ —

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبدالرشید انصاری

ظہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

— چندہ سالانہ —

سالانہ -/۸۰ روپے

ششماہی -/۴۵ روپے

بکم ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نقطۂ نظر

لفظی دھوکہ بازی

مناسک و معاملات الگ ہیں تو اہلِ تشیع وحدتِ ملّی کا حصّہ کیسے ہیں ؟

"قرآن و سنّت کی رو سے تمام مسلمان امّتِ محمدیہؐ کی نا قابلِ تقسیم وحدت ہیں"۔ کتنی صحیح اور سچّی بات ہے مگر کہی ہے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سیکرٹری جنرل نے جو اہلسنت میں سے نہیں ہے۔ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ مشرق تا مغرب بین الدفتین پڑھا جانے والا قرآن اصلی نہیں بلکہ نعوذ باللہ دشمنانِ اسلام کا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے جس طرح یہ بات اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ قرآن و سنّت کی رو سے تمام مسلمان امّتِ محمدیہؐ کی نا قابل تقسیم وحدت ہیں ایسے ہی یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ الحمد سے لے کر والنّاس پر ختم ہونے والے تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں والے قرآن مجید کے مقابل کسی اور قرآن کا عقیدہ رکھنے والے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی حضور رحمتِ دو عالم خاتم النّبیّین والمعصومین کی سنّت کے منکر اور صحابہ کرامؓ کی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبّت اور ایمانوں میں شک کرنے والے لوگ امتِ محمدیہؐ میں شامل نہیں ہیں۔ مسلمان اور اہلسنّت دو مترادف الفاظ ہیں دونوں کے مطالب و مفاہیم ایک ہیں جو مسلمان ہے وہی اہلسنت ہے، جو اہلسنت ہے وہی مسلمان ہے کیونکہ نبی الاعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت

ناشر میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

درسِ حدیث

مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشُّؤْمُ فِی الْمَرْأَۃِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلشُّؤْمُ فِیْ ثَلَاثَۃٍ فِی الْمَرْأَۃِ وَالْمَسْکَنِ وَالدَّابَّۃِ ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحوست عورت، گھر اور گھوڑے میں ہے اس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت گھر [illegible]

ربط: اس حدیث پاک کا گذشتہ احادیث کے ساتھ ربط یہ ہے۔ کہ گذشتہ صفحات میں جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان میں ترغیب نکاح نیک اور صالح دیانتدار پارسا عورت سے مناکحت کا حکم تھا اور اس حدیث پاک میں بھی یہی بیان ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو لفظ الشّوم آیا ہے اس کے دو معنی ہیں ایک عرفی اور دوسرا شرعی۔ عرفی معنے بدفالی ہے اور شرعی خیر و برکت کا نہ ہونا ہے۔ یہاں عرفی معنی مراد نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہے یعنی آدمی اگر نیک متقیہ اور پرہیزگار عورت سے نکاح کرے گا تو اس کے گھر میں سکون ہو گا، اولاد ہو گی تو نیک، پڑوسی خوش رہیں گے۔ برادری کے ساتھ صلۂ رحمی قائم رہے گی اور اگر عورت اچھے عقائد، اخلاق اعمال والی نہیں ہو گی تو یہ سارے سلسلے ختم ہو جائیں گے۔ اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ گھر میں عبادت اللہ اور ذکر اللہ نہ ہو، اور جس گھر میں اللہ کی عبادت ہو اس کا ذکر خیر ہو، قرآن حکیم کی تلاوت ہو، حدیث پاک یا درود شریف پڑھا جائے تو اس گھر میں بڑی خیر و برکات ہوتی ہیں۔ گھوڑے یا دوسرے چارپایوں کی نحوست سے مراد یہ ہے کہ کہ آدمی ان سے کام نہ لے کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالےٰ نے انسانی خدمت کے لئے پیدا کی ہیں۔ اگر انسان ان سے خدمت لے گا تو گھر میں برکت آئے گی ورنہ برکت نہیں ہو گی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا کُنَّا قَرِیْبًا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِکْرٌ اَمْ ثَیِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبٌ قَالَ فَھَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُھَا وَتُلَاعِبُکَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَھَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اِمْھِلُوْا حَتّٰی تَدْخُلَ لَیْلًا اَیْ عِشَاءً لِکَیْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَۃُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَۃُ ۔ متفق علیہ ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ (جہاد) میں گئے ہوتے تھے جب واپس آئے مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ میں نیا نیا بیاہا ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا شادی کر چکے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں آپؐ نے فرمایا کنواری ہے یا غیر کنواری ہے۔ میں نے عرض کیا غیر کنواری۔ آپ نے فرمایا۔ کنواری سے شادی کیوں نہ کی تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی۔ پس جب ہم واپس آئے گھر میں داخل ہونے کے لئے چلے تو آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ رات کو داخل ہوں گے یعنی عشاء کے وقت،

(باقی ۱۲ پر)

ہی اسلام ہے ، اسلام نام ہی سنّت و اسوۂ نبوی کا ہے ۔ جن لوگوں کا طرزِ معاملات اور طریق عبادات حضور نبیؐ رحمت کی تربیت یافتہ جماعت صحابہؓ کے طریق و طرز سے ہٹ کر کوئی اور صورت اختیار کرے اور ان لوگوں کو اپنی علیحدگی تشیع اور افتراق محبوب بھی ہو تو امّتِ محمدیہؐ اور مسلمانوں میں شمولیت یا ان سے عقیدے کے اتحاد کا ان کا دعویٰ آخر کیا حیثیت رکھتا ہے ؟

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے جنرل سیکرٹری نے ۸ر نومبر کو لاہور کی پریس کانفرنس میں بڑے خوبصورت الفاظ کے ذریعہ صلح پسند اور سادہ لوح اہل اسلام کی آنکھوں میں دھُول جھونکنے کی کوشش کی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ "ہمارے مطالبات کی حدود صرف ہمارے مناسک و معاملات تک محدود ہیں اور ذیلی نوعیت کی ہیں ، بحیثیت مجموعی ہم وحدتِ ملّی کا ایک حصّہ ہیں ۔

بات یہیں ختم ہو جاتی ہے کہ فقہ جعفریہ کے علمبرداروں کو اس اعتراف میں جب کوئی قباحت نظر نہیں آتی کہ وہ اپنے مناسک (یعنی عبادات) اور معاملات (یعنی طرزِ حیات) کے علیحدہ تشخص کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ دینی اور معاشی طور پر مسلمانوں سے الگ مطالبات کے داعی ہیں تو بحیثیت مجموعی وحدتِ ملّی کا وہ ایک حصّہ کیسے بن سکتے ہیں —؟

فقہ جعفریہ کے جنرل سیکرٹری کی پریس کانفرنس دراصل لاہور میں پاکستان متحدہ سنّی محاذ کے عظیم الشان کنونشن کے انعقاد اور مطالبات کے بعد ظہور پذیر ہوئی ہے سنّی کنونشن میں امام اہلسنت حضرت علامہ عبدالستار تونسوی اور ملک کے جید علماء نے مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان کو قانوناً سنّی سٹیٹ قرار دیا جائے ، ملک میں قرآن و سنّت کا نظام نافذ کیا جائے اور اہل تشیّع کو ان کی آبادی کے تناسب سے سرکاری ملازمتیں دی جائیں ۔ سنّی کنونشن میں زکوٰۃ کمیٹیوں سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ زکوٰۃ اہل تشیّع کے اداروں اور افراد کو نہ دی جائے ۔ کیونکہ ملّت جعفریہ فرضیت زکوٰۃ کی منکر ہے ۔ اور زکوٰۃ یا نماز کا جو شخص یا گروہ بھی منکر ہے ۔ اسلامی قانون کے مطابق اسے مسلمانوں سے علیحدہ مان کر اس سے جزیہ وصول کیا جائے ۔

قبل ازیں خدام الدین کے انہی کالموں میں ہم لکھ چکے ہیں کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو دولت کے پجاری جاگیرداروں اور ایران کی متعصب شیعہ حکومت کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہے ۔ اس کی جانب سے اہل تشیع کو زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دلوانا جاگیرداروں کے ظالمانہ مفادات اور جاگیرداری نظام کا تحفّظ کرنا ہے ۔ اور اس تحریک کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اسلامی قوانین و احکام کے بارے میں اپنے اختلاف کا شور مچا کر پاکستان میں اسلامی انقلاب کی آمد کو روکا جائے تاکہ دنیا ایران کے نام نہاد اسلامی انقلاب کے مقابلہ میں اس اصلی اور محمدی اسلام کو معلوم نہ کرے جسے خلفاء راشدین نے نافذ اور جاری کیا تھا ۔

تحریک نفقہ جعفریہ درحقیقت

اسلامی نظام عدل کے مقابلہ میں ایک منفی اور جاگیردارانہ غیر ملکی تحریک ہے ۔ فقہ جعفریہ کے رہنما نے اپیل کی ہے کہ "اخبارات اور عوام کو ہر اس منفی سرگرمی کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد کے منافی ہو"۔ ہم ان کے اس مطالبے کی تائید

کرتے ہوئے اخبارات اور ٹی وی ریڈیو جیسے ذرائع ابلاغ سے التماس کریں گے کہ فقہ جعفریہ کی خبریں چھاپنا اور نشر کرنا بند کر دیں ۔ اور اس کے پراپیگنڈہ کی حوصلہ شکنی کریں کیونکہ اس منفی تحریک سے ملک میں فتنہ و انتشار پیدا ہو رہا ہے متعدد خونریز ہنگامے ہو چکے ہیں ۔ حکمران گروہ تحریک نفقہ جعفریہ کے رہنماؤں کے افکار کا حوالہ دے کر ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی ذمہ داری سے پہلوتہی کرنے پر اتر آیا ہے ۔ وزیر قانون کہہ چکے ہیں کہ علماء اسلامی نظام کا شدو مد سے مطالبہ تو کرتے ہیں مگر ان میں چور کی سزا کے بارے میں اختلاف ہے ۔ فقہ جعفریہ کے جنرل سیکرٹری نے پریس کانفرنس میں یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر حکومت کی قائم کردہ سولہ رکنی کمیٹی کی کارکردگی ان کی توقعات پر پوری نہ اتری تو وہ اس سے الگ ہو جائیں گے اس موقعہ پر اہلسنت رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ کمیٹی کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھیں ۔ خدشہ یہ ہے کہ یوں دھمکیاں دے کر اور باہر سے شور مچا کر اس کمیٹی میں اہلِ رفض کرنے میں کامیاب ہو جائے گی ۔ اور اڑھائی فیصد اقلیت ملک کی ایسے فیصلے کروا لیں گے جن سے ان غالب سنّی اکثریت کے دینی حقوق غارت کی جارحیتوں کو تحفّظ مل جائے گا

وما علینا الا البلاغ المبین

حمد

عجز کو عرش تک رسائی دوں
اور تجھ کو تری دہائی دُوں

تیرے اوصاف حرزِ جاں کر کے
نفس کو درسِ پارسائی دُوں

قلب کو ذِکر سے کروں روشن
فکر کو شِرک سے رہائی دُوں

تو مری ذات کو صفات بنا
مَیں انہیں تابِ خودنمائی دُوں

تُو نے مجھے صرف اپنی چاہت دی
مَیں ترے نام پر خدائی دُوں

ہر بُنِ مُو سے لُوں نام تیرا
فرش سے عرش تک سنائی دُوں

تُو ہے لیکن کسے مجالِ نظر؟
مَیں نہیں ہوں تو کیا دکھائی دوں؟

حنیف اسعدی

مجلسِ ذکر

ترتیب

ندیم احمد القاسمی

دین کی دولت

علماءِ ربانیین کی قربانیوں اور محنتوں کی برکت سے ہم تک پہنچی ہے

دینی مسائل میں ہر فرد کو اجتہاد کا حق نہیں ہے

اکابرِ حق سے نسبت اور محبت کے بغیر ہمارا گذارہ نہیں ہوسکتا

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ

الحمد و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

حضرات مکرم! یہ دین جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مجھے اور آپ کو ملا ہے ایسے نہیں آیا۔ ہمارے اسلاف نے اس کی خاطر بہت ہی مصائب و مشقتیں جھیلی ہیں، مال و اولاد کو قربان کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنّت کو زندہ کرنے کے لئے پوری زندگی داؤ پر لگا دی ہے اور فقہاء حضرات نے تو مسائل کی تخریج میں اتنی جانفشانی سے کام لیا ہے کہ عقل حیران و دنگ رہ جاتی ہے الحمد للہ ہم سب امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلّد ہیں

انانیت فتنہ ہے

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کوئی امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کے تحقیق کردہ مسائل پر عمل کرتا ہے وہی چین اور سکھ کی زندگی گذار سکتا ہے کیونکہ ان حضرات نے تمام مسائل پر تحقیقات و ریسرچ کر کے ہمارے لئے آسانی کی راہیں کھول دی ہیں۔ فی زمانہ انہی کی تقلید میں ہماری بھلائی ہے۔ لیکن اگر ہم کسی حدیث کو لے کر یا کسی آیت کو پڑھ کر خود مسائل کی تخریج کرنے لگیں اور اجتہاد کو ہر فرد کا ذاتی حق سمجھنے لگیں تو یقین جانئے ہم تباہ و ہلاک ہو جائیں گے۔

اس پرفتن دور میں جو نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں منجملہ ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ ایک آدمی اسلاف کے طریقوں سے ہٹ کر اپنی انانیت کے بل بوتے پر کہتا ہے فلاں آیت کی تفسیر یوں ہے۔ فلاں حدیث کا مطلب یہ ہے۔ اس نکتہ کی طرف چودہ سو سال سے کسی نے توجہ ہی

نہیں دی تھی بس یہ میں نے تیر مارا ہے۔ اور بال کی کھال نکالی ہے وہ پرلے درجے کا بیوقوف اور احمق ہے۔ ہمارے اکابر کا کردار یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے سچّے اور کھرے پیروکار تھے۔ وہ اپنی روحانی و علمی ارتقار اور جملہ محنتوں اور کاوشوں کو اپنے بڑوں کی توجہات کا ثمرہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب تفسیر لکھی تو ادباً احتراماً اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا اور اس کا نام تفسیر مظہری رکھا اس طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فن سلوک میں اپنی معرکۃ الآرا تصنیف کا نام اپنے شیخ کے نام سے منسوب کر کے امداد السلوک رکھا۔ یاد رکھئے جس کو اپنے بڑوں سے عقیدت ہوگی جو زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے اکابر اہل حق کا مقلد ہوگا وہی کامیاب و کامران ہوگا۔

آج میں دوپہر کو دُور دراز کے تھکا دینے والے سفر سے واپس آ رہا ہوں۔ اٹک میں حضرت قاضی زاہد الحسینی دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی اور ان کے حجرہ مبارکہ میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بڑے فخر سے فرما رہے تھے کہ یہ سرہانے حضرت رشید احمد گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ کی واسکٹ کا ٹکڑا ہے۔ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کرتے کا تبرک ہے اور یہ بیت اللہ کے چھت کی کڑیاں ہیں جو حضرت لاہوریؒ نے اپنے تمام خلفائے مجازین کو عنایت کی تھیں۔

محترم حاضرین! یہ اسلاف کا ادب و احترام، تبرکات کی قدر، نبی کریم علیہ السلام کے دین کی پہچان ہے اور ان سے محبت و عقیدت کا راسخ فی القلب ہونے کی علامت ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ کا عہدِ حکومت خلافتِ راشدہ کا دوسرا دور تھا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی تھے ان کے زمانۂ خلافت کو اہل علم حضرات نے خلافت راشدہ کا دوسرا دَور شمار کیا ہے وہ وصال کے وقت وصیت فرما رہے تھے کہ جب میں وفات پا جاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ناخن مبارک جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر بطور تبرک عنایت فرمائے تھے۔ میرے سینے پر رکھ دینا تاکہ رب رحیم کی جانب سے اسی نسبت کی بدولت کرم ہوجائے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا صرف ایک عمل ہی ان کی اُخروی نجات کے لئے کافی تھا لیکن ظاہری نسبت حاصل کرنے

(باقی ۱۲ پر)

محمد عبد الملک مظاہری
مہتمم مالیات
مظاہر العلوم
سہارنپور - ۲۴۷۰۰۱

M.ABDUL MALIK MAZAHIRI
MOHATMIM MALIYAT
MAZAHIR-UL-ULOOM
SAHARANPUR – 247001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوبِ تعزیت

مکرمی جناب عزیز گرامی مولانا محمد اجمل قادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف. بحمد اللہ بعافیت ہوں آپ کی خیر وعافیت کا طالب دعاگو ہوں - اللہ رب العزت دارین کی سعادتوں برکتوں اور ترقیات سے سرفراز فرمائیں آمین ثم آمین!

حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کی خبر بہت بعد معلوم ہوئی - انتہائی قلق و افسوس ہوا - اللہ رب العزت اپنے فضل سے مرحوم کی بھرپور مغفرت فرما کر حظیرہ قدس میں اپنا قرب خاص عطا فرمائیں اور ان کی قبر کو جنّت کا باغ بنا دیں - آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں اور آپ کو ان کا پورا جانشین اور ان کے نقشِ قدم پر گامزن ہوتے ہوئے ملک و قوم کی اخلاص کے ساتھ رہنمائی کرنے کی سعادت عطا فرمائیں - آمین - آپ جیسی اولاد ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے - ماشاء اللہ مولانا مرحوم خود بھی ملک و قوم کی وہ خدمات کر گئے ہیں جو ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں۔

مظاہر علوم میں قیام کے زمانہ میں مجھ سے جو گہرا تعلق رہا وہ جناب کے صد سالہ جشن دار العلوم دیوبند کے موقع پر تشریف آوری کے وقت ملاحظہ فرمایا تھا - جس کا اس وقت بار بار اظہار فرمایا تھا - انتقال کی خبر پر جو کیفیت قلب کی ہوئی تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی سوائے دعائے مغفرت اور کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ بھی اپنی دعاؤں میں مجھے یاد فرماتے رہیں۔

اس وقت عزیز برخوردار مولوی محمد اخلاق سلمہٗ حاضر خدمت ہو رہے ہیں - میں نے ان کو ہدایت کی ہے کہ وہ حاضر خدمت ہو کر میری جانب سے مولانا مرحوم کی تعزیت کریں - والدہ صاحبہ اور سب متعلقین کی خدمت میں سلام مسنون فرمائیں۔

فقط ناکارہ و غمگین

محمد عبد الملک مظاہری

۲۵ر محرم الحرام ۶ھ

۱۱ر اکتوبر ۸۵ء مظاہر العلوم سہارنپور

مولانا سید سلیمان ندوی

ایک علمی شخصیت

مولانا شاہ سید سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے مشہور پرانے عالم دواعظ وخطیب مولانا شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی نے جن کے نغموں نے ہمارے ملک کے پورے طول وعرض کو کم ازکم نصف صدی تک پُرشور رکھا تھا - وفات پائی ، ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ کی تاریخ ، جمعہ کا دن اور صبح ، ۸ بجے کا وقت تھا کہ یہ "طوطیٔ خوشنوا" ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا - پھلواری صوبہ بہار میں عظیم آباد پٹنہ سے ملحق ایک مردم خیز مشہور قصبہ ہے جہاں ڈیڑھ سو برس کے عرصہ میں بہت سے باکمال اہل علم وعلماء وصلحاء مشائخ اور شعراء پیدا ہوئے - مرحوم بھی یہیں کے رہنے والے اور یہاں کے بزرگوں کے مستند ومعتبر خانوادہ کے چشم وچراغ تھے ، ستر اکھتر برس کی عمر پائی ، غالباً ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔

مرحوم کی جوانی کے عہد میں تین باکمالوں کے درس کے مسندیں ہندوستان میں بچھی تھیں - فرنگی محل لکھنؤ میں مولانا عبد الحیٔ صاحب سہارنپور میں مولانا احمد علی صاحب اور دلّی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی ، شاہ صاحب مرحوم نے فیض کے ان تینوں سرچشموں سے فائدہ اٹھایا - پہلے فرنگی محل آئے اور یہاں سے فارغ ہو کر سہارنپور اور دہلی گئے - دلّی کے قیام کا زمانہ جس کو ان کی تعلیم کا آخری عہد کہنا چاہیئے ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء ہے -

لکھنؤ کے قیام میں درسیات کے ختم کرنے کے بعد انہوں نے طب پڑھی اور اسی طبیب کی حیثیت سے انہوں نے دنیا میں اپنی زندگی کا آغاز کیا - چنانچہ شروع میں حکیم محمد سلیمان کہلائے اور اسی کا اثر تھا کہ شاعری میں جس کا چسکا ان کو بچپن سے تھا اور لکھنؤ کی صحبت میں جس کا چٹخارا اور بڑھ گیا تھا اپنا تخلص حاذق رکھا تھا - وہ زیادہ تر اردو اور عربی میں اور کمتر فارسی میں شعر کہتے تھے اور لکھنؤ کے مشاعروں میں پڑھتے بھی تھے - صوبہ بہار کے مشہور عالم شاعر شوق نیموی ان کے ہمدرس وہم صحبت وہم استاد تھے ، شاہ صاحب مرحوم کی زبان سے ان کے اس عہد کے ایک دو شعر سُنے تھے۔

اس عہد کے نوجوان علماء نے جو زمانہ کے انقلاب سے متاثر اور قوم وملت کی تباہ حالی کے درد سے بے تاب ہو کر روش زمانہ کے مطابق کچھ کام کرنا چاہتے تھے ، ندوۃ العلماء کے نام سے پہلے کانپور میں اور پھر لکھنؤ میں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی - مولانا سید محمد علی صاحب ، مولانا شبلی صاحب ، مولانا عبد الحق صاحب حقانی ، مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتح پوری ، مولانا ابراہیم صاحب آروی ، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری وغیرہ اس جماعت کے ممتاز ارکان تھے - اسی انجمن کا پلیٹ فارم تھا جس میں شاہ صاحب مرحوم کی خطیبانہ قوت ، بیان وتسخیر قلوب کا شہرہ عام ہوا - ندوۃ العلماء کا کانپور سے لکھنؤ آنا اور وہاں دار العلوم کی بنیاد پڑنا بھی شاہ صاحب ہی کی تحریر

تجویز کا نتیجہ ہے ورنہ وہ کھینچ کر کب کا دہلی پہنچا ہوتا۔

ندوہ کی مجلسوں سے مرحوم کی خوش بیانیوں کی داستان اڑ کر ملک کی انجمنوں اور مجلسوں اور کانفرنسوں میں عام ہوئی۔ سرسید مرحوم نے شاہ صاحب مرحوم کی وہ تقریر جو انہوں نے ندوہ کے ایک جلسہ سالانہ میں کی تھی اپنے اخبار میں "شاہ سلیمان کا نیچریانہ وعظ" کی سرخی سے چھاپی۔ سرسید کے بعد نواب محسن الملک مرحوم نے ان کو اپنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں شریک کیا جنہوں نے ان دونوں "نیچری مسلمانوں" کو بھی مسحور کیا، رنگون وغیرہ میں نواب صاحب کے ساتھ شاہ صاحب بھی کانفرنس کے کاموں میں شریک تھے اور صاحبزادہ آفتاب احمد خان کے زمانہ تک شریک رہے۔

مرحوم وسیع النظر عالم، بذلہ سنج ادیب، خوش بیان خطیب، پُراثر واعظ، موقع شناس مقرر اور بڑے بڑے بزرگوں کے حلقوں کے فیضیاب صوفی تھے، ان کو تاریخ کا شوق اور عربی نظم و نثر کا اچھا ذوق تھا۔ اچھے کتب خانوں اور کتابوں کی تلاش رہتی تھی اور اس حیثیت سے وہ اپنے ہم عصروں میں پورا امتیاز رکھتے تھے۔ وہ مذہب کے لحاظ سے وسیع المشرب تھے، وہ سب کچھ تھے اور سب کے ساتھ تھے

با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

ان کا خاندان صوفیہ کا مجمع تھا تصوف کے گودوں میں پیدا ہوئے، پرورش پائی اور پروان چڑھے اور عمر بھر اسی رنگ میں رہے اور یہی رنگ ان پر غالب تھا، قادری بھی تھے اور چشتی بھی تھے۔ جہاں اپنے گھر سے فیض پایا تھا حاجی شاہ امداد اللہ صاحبؒ سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ پنجاب، مدراس، شمالی بہار اور صوبہائے متحدہ میں ان کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی۔

اُن کے وعظوں میں عجب اثر تھا۔ کبھی رُلاتے اور کبھی ہنساتے تھے۔ اُن کے سنجیدہ چٹکلے اور ظریفانہ نکتے لوگوں کو بے حد محظوظ کرتے تھے، اُن کی آواز بہت بلند، سریلی اور مؤثر تھی۔ اُن کا لحن نہایت دل پذیر تھا۔ مثنوی خاص انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے تھے۔ اُن کے وعظوں سے ہر خیال اور ہر قماش کے لوگ یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ جاہل، عالم، مولوی، مشائخ، ڈاڑھی منڈے اور بزرگ ریش، نئے پرانے تعلیم یافتہ اور اہلِ علم سب لذت اندوز ہوتے تھے۔

میرے ساتھ مرحوم کے گوناگوں تعلقات تھے۔ مجھے اپنے عزیز سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ میرے والد مرحوم اُن کے ہم پیر اور اُن کے خسر کے مرشد تھے۔ میرے بھائی مرحوم طب میں اُن کے شاگرد تھے۔ میں نے بچپن میں پھلواری کے قیام کے زمانے میں ان سے ابتدائی منطق کے دو چار سبق پڑھے تھے۔ وہ جب ۱۹۰۲ء میں ندوہ کے معتمد تعلیمات منتخب ہوئے تھے اور مستقل قیام ندوہ میں اختیار فرمایا تھا تو ان کی بزرگانہ عنایات اور حوصلہ افزائیوں نے میری علمی ترقی میں مدد دی۔ مجھے یاد ہے کہ اسی زمانہ میں نواب محسن الملک مرحوم دارالعلوم ندوہ کے معائنہ کے لیے تشریف لائے تھے۔ شاہ صاحب نے مجھے اور میرے ہم درس مولانا ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہاں پوری کو امتحاناً پیش فرمایا تھا۔ میں نے نواب صاحب کے خیر مقدم میں عربی میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ شاہ صاحب نے یہ کہہ کر مجھے پیش کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں اور آپ کو اپنا قصیدہ سنائیں گے، نواب صاحب نے مزاحاً فرمایا کہ یہ جب آپ کے عزیز ہیں تو میں ان کا امتحان نہیں لوں گا کہ امتحان سے پہلے ہی ان پر ایمان لا چکا۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ میرے ہم نام بھی ہیں تو اور بھی یہ امتحان سے بالاتر ہیں۔

میں نے اپنا قصیدہ پڑھا جو افسوس ہے کہ اب موجود نہیں تو نواب صاحب نے فرمایا کہ میں تو اس پرانی ادب دانی کا قائل نہیں۔ عربی کا کوئی اخبار منگوائیے اس کو یہ پڑھیں تو البتہ، اس زمانہ میں اللواء اور المؤید عربی کے مشہور اخبار تھے۔ وہ منگوائے گئے اور میں نے ان کو پڑھا اور صحیح ترجمہ کیا تو بے حد خوش ہوئے۔ شاہ صاحب بھی بیحد محظوظ ہوئے اور اس زمانہ کے اخبارات، وکیل، وطن اور کرزن گزٹ میں نواب صاحب کے اس معائنہ کی جو کیفیت چھپوائی اس میں میرا ذکر خاص طور سے فرمایا۔ یہ اخبارات میں میرا پہلا ذکر تھا۔ ان کی اس تحریر میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ:

"ملک و ملت کی خدمت کے لیے انشاء اللہ صوبہ بہار ہر دور میں ایک سلیمان پیش کرتا رہے گا۔" رحمہ اللہ۔

بات میں بات یاد آتی ہے، ندوہ کے ایک جلسہ میں جو لکھنؤ میں غالباً ۱۹۱۵ء میں تھا چار سلیمان جمع ہو گئے تھے، قاضی محمد سلیمان صاحب منصوری مصنف رحمۃ اللعالمین، مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری (استاد دینیات مسلم یونیورسٹی) مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور خاکسار سلیمان۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ آجکل کئی کئی سلیمان پیدا ہو گئے ہیں لیکن ان میں سلیمان بن داؤد میں ہوں۔

پریاں نئی نئی ہیں سلیمان نئے نئے

(شاہ صاحب کے والد ماجد کا نام داؤد تھا اور اسی لیے اُن کی مُہر میں وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کندہ تھا) مجمع بے اختیار ہنس پڑا۔

پھر فرمایا۔ "پہلے سلیمان فرد تھا۔ (ذو معنیین ہے، فرد ایک بمعنی شعر فرد دوسرا بمعنی یگانہ) اور اب رباعی ہے۔ چار چار سلیمان یکجا ہیں" افسوس کہ یہ رباعی قاضی سلیمان کی وفات سے چند سال گذرے کہ مثلث بن چکی تھی اور اب ۲۷ صفر کو قطعہ ہو گی۔ اب اس رباعی کے صرف دو مصرعے باقی ہیں۔ خدا جانے یہ بھی کب اس صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔ واللہ ہو الباقی۔

شاہ صاحب کے چٹکلے اور تقریری دلآویز نکتے اس قدر ہیں کہ ان کو کوئی جمع کرے تو رسالہ بن جائے۔

پورے پچاس برس تک ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان کے پُرکیف و پُراثر خطبوں سے معمور رہا ہے۔ جس جلسہ میں وہ ہوتے تھے ان کے سوا ہر آواز ماند پڑ جاتی تھی۔ جلسہ کے اہم موقعوں پر اُن کی طوطی گفتاری بڑی بڑی پیچیدگیوں کو حل کر دیتی تھی۔ شاید ۱۹۰۰ء میں ندوہ کا عظیم الشان اجلاس پٹنہ میں تھا۔ شرکاء میں ملک کے مشہور ممتاز ارباب عمائم ایک طرف اور اس عہد کے مشہور تعلیم یافتگان جدید آنریبل جسٹس شرف الدین، سید علی امام، نصیر حسین بیرسٹر، شیخ (سر) عبدالقادر وغیرہ دوسری طرف شریک جلسہ تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جس میں دستار بند اور ہیٹ پوش ایک جگہ مل کر بیٹھے تھے اور ملک و ملت کے درد کا درماں سوچ رہے تھے۔ حسن امام صاحب کی تقریر کے ایک بے محل فقرہ پر علماء میں برہمی پیدا ہوئی۔ شاہ صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور ایسی تقریر کی کہ سب دھل گیا۔ فرمایا آج پہلا موقع ہے کہ نئے اور پرانے مل رہے ہیں، بدگمانیاں دُور ہو رہی ہیں، پھر ایک دو فقروں کے بعد حافظ کا یہ شعر اس مزہ سے پڑھا کہ فریقین مسکرا کر رہ گئے۔

للہ الحمد میان من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں نعرۂ مستانہ زدند

ندوہ کے اسی اجلاس میں نصیر حسین صاحب بیرسٹر پٹنہ نے جو اب صوفی صافی ہو چکے ہیں۔ ایک نہایت پرجوش و پُراثر تقریر کی تھی۔ اثر یہ تھا کہ صدر سے لے کر پائیں تک مجمع تھا رو رہا تھا۔ بڑے بڑے عمامہ والوں اور ہیٹ پوشوں کو میں نے خود دیکھا (میری عمر اس وقت ۱۵-۱۶ برس کی ہو گی) کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ شاہ صاحب کی موقع شناسی ملاحظہ ہو۔ اسی عالم میں

کر لوہا گرم تھا، چندہ کی تحریک شروع کر دی۔ نصیر حسین صاحب نے اپنا کوٹ اور ویسٹ کوٹ اور جو کچھ ان جیبوں میں تھا مع گھڑی کے ندوہ کی نذر کر دیا۔ اسی حالت میں شاہ صاحب نے برمحل ایک شعر اپنی مخصوص لَے میں ایسا پڑھا کہ سارے مجمع پر جادو کر گیا ؎

اے خوشا دقتیکہ من عریاں شوم
جسم بگزارم سراپا جاں شوم

یہ حالت ہو گئی کہ ہر طرف سے روپے، کپڑے، گھڑیاں اور زیورات برسنے لگے۔ علماء نے جبے اور دستاریں اتار اتار کر نذر کر دیں۔ یاد آیا ایک بزرگ اس میں حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلیفہ تھے۔ ان کے سر پر پیر کی دستار تھی، جوش میں آکر وہ بھی انہوں نے اُتار ڈالی۔ وہ دستار جلسہ میں نیلام ہوئی اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی جیسے قدر شناس کی قسمت میں آئی۔

بات کہاں سے کہاں نکلی ؎

"لذیذ بود حکایت دراز ترگفتم"

معلوم نہیں کہ عہدِ ماضی کی یہ کہانیاں حال کے ناظرین کو بھی لذیذ معلوم ہوں یا نہ ہوں، اس لیے اپنے مزہ کے لیے ان کو بے مزہ کرنا مناسب نہیں۔ شاہ صاحب کی ذات ایک جامع ہستی تھی۔ ایسے لوگ اب پیدا نہ ہوں گے۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ ہوا کا رُخ اور طرف ہے۔ وہ قدیم و جدید کے درمیان حلقۂ اتصال تھے۔ اب قدیم بھی جدید ہو رہا ہے اور جدید جدید ترین بن رہا ہے۔ دعا ہے کہ کہ اخلاف برادرم شاہ حسین خان صاحب اور اُن کے بھائی اپنے بزرگ باپ کے سچے جانشین ثابت ہوں۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

کے لئے ناخن کو سینے پر رکھنے کی وصیت فرما رہے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ بغیر نسبت کے اور بغیر تقلید کے نہ میرا گذارا ہے نہ آپ کا نہ ہمارے پاس قوت فکر و نظر کا اتنا بڑا خزانہ موجود جس کے بل بوتے پر خود مسائل کا استنباط کر سکیں۔ اور نہ اتنی زیادہ عبادات و اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ کہ اپنے بڑوں سے نسبت قائم کئے بغیر نجات پا جائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کا صدقہ جاریہ بنائیں اور انہیں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ : درس حدیث

ربط: گذشتہ احادیث کے ساتھ اس حدیث پاک کا ربط یہ ہے کہ اس میں نوجوانوں کو کنواری سے نکاح کی ترغیب ہے۔ یعنی نیک ہونے کے ساتھ ساتھ کنواری بھی ہے تو اس کے ساتھ نکاح کرو۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کنواری لڑکی سے شادی کی ترغیب دی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ لڑکا اگر کنوارہ ہو تو لڑکی کنواری چاہیے تاکہ ان کے درمیان طبعی موافقت پیدا ہو، اور اگر یہ دونوں کنوارے نہیں ہوں گے تو موافقت نہیں ہو گی بلکہ منافرت ہو گی۔ مقصدِ شادی فوت ہو جائے گا۔ یہ مقصد نہیں کہ بیوہ یا مطلقہ سے نکاح ناجائز ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ عورتیں سنگار وغیرہ کر لیں تب گھر میں داخل ہو۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عورت جب آراستہ اور پیراستہ ہو تو مرد کی رغبت اس کی طرف بڑھے گی اور طبعی میلان ہو گا۔ ورنہ نفرت پیدا ہو گی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سفر جہاد سے واپس تشریف لائے تھے اور صحابیات کو اپنے اپنے خاوندوں کی آمد کا

اذان سے قبل یا بعد
صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت

مولانا قاری محمد الیاس، ناظم تعلیمات جامعہ اشرف المدارس، فیصل آباد

صلوٰۃ و سلام پڑھنا ایک عبادت ہے اور ہر عبادت کے لیے کچھ قیودات اور پابندیاں ہوتی ہیں، اس لیے صلوٰۃ و سلام کے لیے کچھ پابندیاں اور آداب ہیں۔ کوئی بھی عبادت ہو جب تک اس کے آداب ملحوظ نہیں ہوں گے وہ موجبِ اجر و ثواب نہیں بلکہ موجبِ گناہ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان صلوٰۃ و سلام بیت الخلا میں پڑھے یا نماز میں قیام و رکوع سجدہ میں پڑھے تو سخت گنہگار ہو گا۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ یہ ارکان اگر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے یا کیے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کیے جائیں گے تو یقیناً اجر و ثواب بھی ملے گا اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو گا، لیکن اگر کسی رکن کی ادائیگی میں ہم اپنی طرف سے کچھ کمی و زیادتی کر دیں تو وہ کام قابلِ مؤاخذہ جرم بن جائے گا۔ اذان بھی ایک ایسا کام اور عبادت ہے جس کی مشروعیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی اور تا دمِ آخر اس پر عمل ہوتا رہا۔ تین مؤذن آپ کے زمانہ کے مشہور ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ۔ ان میں سے کسی مؤذن سے ثابت نہیں کہ انہوں نے اذان و اقامت کے درمیان یا اذان سے پہلے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ پڑھا ہو جس طرح کہ آج کل پنجاب اور بعض دیگر علاقوں میں رواج ہے۔ ہاں فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ زیادہ کرنے کا حکم دیا تھا جو اب تک جاری ہے اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف بھی نہیں اور یہ پوری دنیا میں پڑھا جاتا ہے۔ جب سب سے اوّل مؤذنین میں سے کسی ایک نے بھی اذان و اقامت کے درمیان مروجہ صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھا تو ظاہر ہے کہ یہ سنت نہیں بلکہ بدعت ہے اور مردود۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

یعنی بدترین عمل وہ نئی چیزیں ہیں جو خود ایجاد کی جائیں اور ہر نو ایجاد عبادت گمراہی ہے۔

صحابی رسول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا (الی) وَخُذُوْا بِطَرِيْقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

یعنی جس طرح کی عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی تم بھی اسے عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف صحابہ کا طریق اختیار کرو۔

(کتاب الاعتصام للشاطبی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اِتَّبِعُوْا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ

یعنی تم لوگ ہمارے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے) آثار کا اتباع کرو اور نئی نئی عبادتیں نہ گھڑو کیونکہ تم سے پہلے عبادت کا تعین ہو چکا ہے۔

ایمان کے تقاضے

مولانا عبدالغفور ندیم — کراچی

بھوک کی شدت سے بے قرار ایک شخص روٹی روٹی کی تسبیح پڑھ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ روٹی کے بار بار کے ذکر سے بھوک کا سدّباب ہو جائے۔ حالانکہ روٹی اس کے سامنے رکھی ہے لیکن وہ اس کے کھانے کے لئے ہاتھ دراز نہیں کرتا۔ اور برابر روٹی روٹی کی گردان پڑھے جا رہا ہے۔ قریب سے ایک شخص گذرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ او کم عقل! جب تک تو روٹی نہیں کھائے گا بھوک کا علاج نہیں ہوگا۔ اللہ نے تجھے عقل دی ہے تو اُسے کام میں لا۔ اور محض روٹی کے ذکر سے بھوک مٹنے کی توقع مت رکھ۔

ہر شخص اس حقیقت کو بخوبی جانتا ہے کہ محض زبان سے روٹی روٹی کہہ دینے سے بھوک ختم نہیں ہو سکتی۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ جب خدا و رسولؐ پر ایمان لانے کا ذکر ہوتا ہے تو محض زبانی کلمہ پڑھ لینے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ بس اب میں مومن بن گیا ہوں۔ اگر محض زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا نام ایمان ہے تو پھر عبداللہ بن ابی کو رئیس المنافقین کیوں کہا جائے؟ کیا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمہ پڑھ لینے کو اپنے ایمان کا ثبوت نہیں دیتا تھا؟ یقیناً دیتا تھا۔ لیکن اس کے کلمہ کو اس لئے قبول نہیں کیا گیا کہ اس کا ہر عمل کلمۂ اسلام کی حقیقت کے منافی تھا۔ کیا یہ عجوبہ نہیں؟ کہ ہم اُس کو تو رئیس المنافقین کہتے ہیں اس لئے کہ اس کا عمل اس کے دعوئ ایمان کی عکاسی کرتا تھا۔ اور ہم اپنے آپ کو پکا مومن گردانتے ہیں حالانکہ ہمارے اعمال بھی حقیقتِ ایمانی کے منافی ہیں۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر تم کوئی خلافِ شرع کام ہوتے دیکھو تو اسے زورِ بازو سے مٹا ڈالو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو زبان سے اُسے بُرا کہو اور اگر اتنی بھی ہمت نہیں تو دل میں اسے بُرا سمجھو۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اس ارشاد نبویؐ کے بعد ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ سکتا ہے کہ وہ ایمان کے کس درجے میں ہے۔ جب ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمارا ضمیر ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہتا ہے کہ اے ابنِ آدمؑ! تو ایمان کے آخری اور کمزور ترین درجے میں بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایمان کا کمزور ترین اور آخری درجہ بھی یہ ہے کہ برائی کو دل سے بُرا سمجھا جائے۔ اگر ہم ترکِ نماز کو بُرا سمجھیں گے تو ظاہر ہے کہ نماز نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ہم گالی کو بُرا سمجھیں گے تو گالی سے اجتناب کریں گے۔ اگر ہمیں جھوٹ سے نفرت ہو گی تو جھوٹ سے احتراز کریں گے۔ اگر غیبت سے نفرت ہو گی تو غیبت نہیں کریں گے اگر رشوت کو بُرا سمجھیں گے تو رشوت نہیں لیں گے۔

اگر یہ سارے بداعمال ہم میں موجود ہیں اور یقیناً موجود ہیں تو

(باقی ۱۸ پر)

سراج الاولیاء امیر المجاہدینؒ

حضرت تاج محمود امروٹیؒ قدس سرہ العزیز

ایک عقیدت مند کی نظر میں!

(قاضی نورالحق ندوی)

شیخ المشائخ حضرت امروٹیؒ متوفی ۱۳۴۰ھ کے بارہ میں علامہ نورالحق ندوی سابق ڈین آف اسلامیات پشاور یونیورسٹی کی ایک مختصر سی باکرامت ملاقات کا ذکر ان ہی کے قلم سے ہدیۂ ناظرین ہے۔ علامہ موصوف نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود احقر کی درخواست پر یہ مضمون اپنے قلم سے تحریر فرمایا جسے ڈاکٹر پروفیسر سید سعید اللہ صاحب خلیفہ مجاز احقر نے صاف تحریر فرمایا ——— یہ مضمون اگرچہ مختصر ہے مگر حضرت امروٹی قدس سرہ العزیز کے مقامِ رفیع کے بارہ میں ایسی مستند شہادت ہے کہ پہلی دفعہ اشاعت پذیر ہو کر ہدیۂ ناظرین کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالٰے ان اکابر کے دینی اور روحانی فیض سے سب مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے آمین! یا الٰہ العالمین!!

(قاضی محمد زاہد الحسینی)

تاریخ یاد نہیں میرے اس واقعہ کے تین برس بعد حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال۔ اخبار میں پڑھا۔

واقعہ یوں ہے کہ امروٹ شریف میں ایک رئیس زادے ہدایت اللہ نے کراچی میں مجھے خط لکھا کہ میں عربی پڑھنا چاہتا ہوں۔ گرمی کی تعطیلات میں آپ امروٹ آ جائیں اور مجھے تعلیم دیں۔ میں نے اس کی بات مانی۔ میں امروٹ شام کے وقت پہنچا اور ہدایت اللہ کے باپ وڈیرہ کے پاس ٹھہرا۔ دوسری صبح کو حضرت امروٹیؒ کا ایک خادم وڈیرہ کے پاس آیا۔ اور اس کو حضرت امروٹیؒ کی طرف سے کہا کہ کراچی سے ایک مولوی صاحب آئے ہیں وہ رات کو میرے مہمان ہوں گے۔ میں نے جواب دیا کہ ان کا کھانا بھی حضرت امروٹیؒ کا کھانا ہے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ——— جوانی کا زمانہ تھا۔ یہ خیالات گذرے کہ پیر لوگوں کو پیسہ ملتا ہے۔ جائیدادیں دی جاتی ہیں۔ عیش کی زندگی گذارتی ہیں۔ حضرت امروٹیؒ کی دو بیویاں تھیں۔ لوگوں کے پیسہ پر لوگوں کو کھلاتا ہے۔ یہ خیالات دل میں گذرے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا تھا۔

جب خادم واپس ہوا تو حضرت امروٹی صاحبؒ نے خادم سے اپنی طرف سے فرمایا (یہ بات خادم نے بعد میں بتائی) ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تم مرغ، گھی، چاول، سارا کچا سامان لے جاؤ کہ وڈیرہ مولوی صاحب کو میری طرف سے کھلائے کھانا کھایا۔ جب یہ سامان وڈیرہ کے گھر آیا تو مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے ان کی شان میں بدگمانی کی تھی۔ شام کو میں نے ہدایت سے کہا، کہ میں ان کے سلام کے لئے جاتا ہوں عصر کی نماز ان کی مسجد میں ان کے ساتھ پڑھوں گا۔ ہم دونوں عصر کے

وقت وہاں پہنچے۔

جس راستے سے ہم گئے وہ پگڈنڈی وڈیرہ کے مکان سے ان کی مسجد تک بارہ سو گز کا فاصلہ ہے۔ دونوں طرف درخت تھے۔ حضرت امروٹی "درخوں" درختوں کے سایہ میں مسجد کے سامنے لیٹے ہوئے تھے، عمر کافی تھی۔ خادم ان کے پاؤں دبا رہے تھے۔ جب ہم دونوں اس سڑک کے سرے میں داخل ہوگئے کہ اتنی دور سے شناخت نہیں ہو سکتی۔ مگر امروٹی صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ مولوی صاحب آ رہا ہے۔ انہوں نے مجھے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ میں نے ان کو کراچی کے ایک جلسے میں دیکھا تھا۔ جب میں قریب پہنچا سلام کیا۔ چارپائی پر تکیہ لگائے لیٹے تھے۔ مجھے اپنے پاس چارپائی پر بٹھایا اور فرمایا مولوی صاحب! جس کے پاس بہت ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ حرام ہو۔ اور جس کے پاس ایک سے زائد دو تین بیویاں ہوں یہ ضروری نہیں کہ وہ حرام کار ہو۔

غرض جو خیالات میرے گذرے تھے اس کو ایک ایک کر کے اس کی تردید فرمائی۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ خدا تعالٰے آپ کی زندگی میں برکت دے گا۔ ان سے اجازت لے کر رخصت ہوا۔

ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ میں نصف صدی سے اپنی بساط کے مطابق دین کی خدمت اپنی طرف سے اخلاص کے ساتھ کر رہا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خیال راسخ ہے کہ جو تھوڑی کامیابی مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا اثر ضرور شامل ہے۔

بقیہ : ایمان کے تقاضے

کیا اس کی وجہ یہی نہیں کہ ہم ان اعمالِ قبیحہ کو دل سے بُرا نہیں گردانتے۔ اگر ہمارے اندر ایمانی حرارت موجود ہوتی تو ہم جہاں دوسروں کے سامنے بداعمالیوں کی تنقیص و ضرر بیان کرتے وہاں خود بھی اعمالِ صالحہ کو باعث فوز و فلاح سمجھتے ہوتے اپنے ایمان کا عملی مظاہرہ کرتے۔

ہمارے معاشرے کی اصلاح کی بس یہی صورت ہے کہ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔

اللہ تعالٰے عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

امام الھدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا

۱۔ زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

۲۔ ہر قسم کے لالچ کے بغیر خدمت کرنا انبیاءؑ کا طریق کار ہے۔

۳۔ توکل کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ غیب سے امداد فرماتے ہیں۔

۴۔ ایمان اور عملِ صالح ہی سب سے بڑی دولت اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔

۵۔ ایمان کے بغیر دولت و اقتدار اور عزت و راحت سب فضول اور عارضی چیزیں ہیں۔

۶۔ نیک بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے امتحان میں کامیابی کے لیے راتوں کی نیند اور دنوں کا چین قربان کر دیا۔

۷۔ دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات حاصل کرنے کے لیے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو۔

۸۔ سنتِ رسولؐ کے منکر قرآنی حقائق اور ذاتِ الٰہی کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے۔

۹۔ مسلمانوں کو ہر حال اور زندگی کے ہر گوشہ میں رسول اللہؐ کا اتباع لازم ہے۔

مرسلہ: رستم علی ناصر، پشاور

بحث و نظر

تحقیقی مقالے کا تعاقب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے اعداد "۷۸۶" ہیں!

تحریر: حکیم آزاد شیرازی، مدیر تذکرہ، لاہور

"خدام الدین" کے تازہ شمارہ (۸ نومبر ۱۹۸۵ء) میں جناب حافظ ریاض احمد خطیب جامع مسجد نارتھ اسلام آباد (کراچی) کا ایک تحقیقی مضمون "کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ نہیں ہیں؟" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

راقم الحروف نے یہ مضمون بار بار پڑھا ہے۔ اور اگرچہ اس ہیچمدان کو نہ دعویٰ علم و فضل ہے نہ علمائے کرام کے کسی زمرہ میں اس کا نام آتا ہے۔ پھر بھی علماءِ دین کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت سے ضرور بہرہ ور ہوا ہے۔ اور پھر چونکہ مدیر خدام الدین نے اس پر "بحث و نظر" کا ضمنی عنوان بھی لگا دیا ہے۔ اس لئے ایک عام گناہگار مسلمان ہونے کے ناطے سے اس 'تحقیقی مضمون' کا تعاقب کرنے کی جسارت پر مجبور ہو گیا ہوں۔

صاحبِ مضمون نے سب سے پہلے تو اس امر پر بحث فرمائی ہے کہ جو مسلمان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بجائے ۷۸۶ لکھتے ہیں۔ وہ ثواب بلکہ ۲۱۰ نیکیاں کمانے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں ۷۸۶ کے بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی تحریر کرنا چاہئے۔ اور یہ ثواب ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ انہوں نے مسلمانوں کے اس "وہم" کو دور کرنے کی بھی سعی فرمائی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "لکھنے سے اللہ کے پاک ناموں کی بےحرمتی ہوتی ہے۔ راقم الحروف حافظ صاحب کی یہ بات تسلیم کر لیتا ہے لیکن ان کی خدمت میں یہ گذارش ضرور کرتا ہے کہ جو مسلمان بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ لکھتے ہیں۔ اُن کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اس طرح وہ بےحرمتی کے ارتکاب سے بچ جائیں اور "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات" کے مطابق انہیں اس خلوصِ نیت کا ثواب ضرور ملتا ہے اور ان کی ۲۱۰ نیکیاں ہرگز کم نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالٰے کی رحمت سے ان کے اخلاصِ نیت کے سبب ان نیکیوں میں اضافہ کی توقع زیادہ ہے۔

حافظ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس ثواب سے محروم کرنے کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ کے ہندسہ کو مسلمانوں میں رائج کیا گیا ہے۔ مختلف خودساختہ تخیلات کا سہارا لے کر مسلمانوں کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے اور لکھنے کی برکت اور ثواب سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی اور اس میں مسلمان دشمن اور طاغوتی طاقتوں کو حیرت انگیز حد تک کامیابی ہوئی ہے"۔

مزید لکھتے ہیں کہ "جن

لوگوں نے ۷۸۶ کے ہندسہ کو رواج دیا ہے ان کی چالاکی اور ہنرمندی کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے ۷۸۶ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام ذہن نشین بلکہ اذہان و قلوب پر نقش کر دیا ہے۔ اب ہر شخص ۷۸۶ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمجھتا ہے اور اس طرح اسلام دشمنوں کی شاطرانہ روش نے مسلمانوں کو ثواب اور برکت سے محروم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے"۔

صاحبِ مضمون کے ذہن میں نہ جانے کون مسلمان دشمن اور طاغوتی طاقتیں ہیں اور وہ کون لوگ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ 'تحقیقی مقالہ' (اگر واقعی تحقیقی مقالہ کہلانے کا مستحق ہے) لکھنے سے پہلے بعض مفروضے حافظ صاحب نے اپنے ذہن میں پیدا کئے۔ اور انہی مفروضوں کی بنیاد پر اس تحقیقی کاوش کو وہ منظرِ عام پر لانے کے لئے مجبور ہوئے۔ اگر یہ مفروضے نہ ہوتے تو صاحب مضمون کا فرض اولین یہ تھا کہ وہ تاریخی شواہد سے یہ ثابت کرتے کہ "۷۸۶" کو کس شخص نے سب سے پہلے ایجاد کیا اور کس گروہ نے اسے رائج کیا اور کیا وہ شخص واقعی اسلام دشمن اور وہ گروہ واقعی طاغوتی طاقت کے شمار میں آتا ہے لیکن اس مقالے میں یہ تحقیق سرے سے موجود نہیں۔

مقالے کے دوسرے حصے میں حافظ صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف ابجد یا اعداد ۷۸۶ نہیں بلکہ ۷۸۸ ہیں اور ۷۸۶ اعداد کے الفاظ "یا علی مولا علی امیرالمومنین" نیز "علی امیرالمومنین وصیِّ محمدؐ" بنتے ہیں اور کہ لاکھوں کروڑوں مسلمان اپنی تحریروں، مسجدوں اور دوسرے مقامات پر ۷۸۶ لکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں بلکہ "یا علی مولا علی امیرالمومنین اور علی امیرالمومنین وصیِّ محمدؐ" کے الفاظ لکھ رہے ہیں اور بقول حافظ صاحب "کتنی بڑی گمراہی ہے جس میں چھوٹے بڑے، عالم غیر عالم، تعلیمیافتہ، غیر تعلیمیافتہ سب مبتلا ہیں اور ہمیں اس محرومی کا احساس بھی نہیں" —— آخر میں ان کی اپیل ہے کہ "صحیح العقیدہ علمائے کرام، پروفیسرز، انجنیئرز، ادیب، شاعر، تاجر، دانشور صحافی صاحبان ۷۸۶ کے ہندسوں کا لکھنا ترک کر دیں۔ کیونکہ حافظ صاحب کے نزدیک اسے ترک کر دینا ہی صراطِ مستقیم اور راہ صواب ہے۔"

جملۂ معترضہ ہی سہی لیکن اکبرالہ آبادی کا یہ شعر بے اختیار نوکِ قلم پر آ رہا ہے کہ ؎

الف دین نے خوب لکھی کتاب
کہ بے دین نے پائی راہِ صواب

اس جملۂ معترضہ بلکہ شعرِ معترضہ کے بعد راقم الحروف حافظ صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے گذارش کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بحساب ابجد اعداد ۷۸۸ نہیں بلکہ ۷۸۶ ہی بنتے ہیں۔ دو عددوں کا اضافہ حافظ صاحب نے اللہ اور الرحمٰن کے دو الف شمار کرکے کیا ہے۔ جب کہ یہ الف نہیں بلکہ کھڑی زبریں ہیں۔ اگر حافظ صاحب اس بنیاد پر یہ دو عدد شامل کرنے پر مُصر ہیں کہ ان زبروں کی آواز الف کے مطابق ہے۔ تو پھر انہیں الرحمٰن اور الرحیم میں سے لام کے دونوں عدد یعنی ۶۰ عدد حذف کرنا ہوں گے۔ کیونکہ الرحمٰن الرحیم میں دونوں جگہ لام کی آواز نہیں آتی۔ اور اس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد ۷۸۸ کے بجائے ۷۲۸ ہوں گے لہٰذا بڑے ادب سے گذارش ہے کہ حافظ صاحب اپنے مفروضے کو تحقیق کا نام دینے کے بجائے اس امر پر غور فرمائیں کہ گزشتہ کئی سالوں نہیں بلکہ کئی صدیوں سے ۷۸۶ کا ہندسہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی کے طور پر رائج ہے۔ اور اس مدت میں ہزاروں علماءِ دین، صاحبانِ علم و فضل اولیائے کرام، بزرگانِ دین بلکہ محدّثین اور مجدّدین میں سے کسی ایک کی نگاہوں میں یہ خدشہ پیدا نہیں ہوا کہ صحیح عدد ۷۸۶ کے بجائے ۷۸۸ ہے یا ۷۸۶ سے مراد "یا علی مولا علی امیرالمومنین" یا "علی امیرالمومنین وصیِّ محمدؐ" ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات نے دونوں کھڑی زبروں کو دو الف شمار نہیں کیا۔

محترم حافظ صاحب! آئیے میں اس مشکل کو دور کرنے کے لئے ایک اور مثال پیش خدمت کروں۔ غالباً آپ کے علم میں ہو گا کہ طبیب حضرات اپنے نسخہ پر "ہوالشافی" لکھتے ہیں۔ اور اور بعض طبیب "ہوالشافی" کے بجائے اُس کے عدد "۴۰۲" لکھتے ہیں اور صدیوں سے '۴۰۲' ہی لکھ رہے ہیں۔ آئیے جس طرح آپ نے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کے اعداد کا تجزیہ فرمایا ہے۔ راقم الحروف 'ھوالشافی' کے اعداد پیش کرے۔

ھ = ۵، و = ۶، ا = ۱، ل ۳۰، ش ۳۰۰، ا ۱، ف ۸۰، ی ۱۰۔ میزان ۴۳۳ — تو اس طرح ہوالشافی کے اعداد ۴۳۳ ہوئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں پہلے الف اور اس سے متصل ل کے اعداد شامل نہیں کئے گئے جو ۳۱ بنتے ہیں لہٰذا ۴۳۳ میں سے ۳۱ منہا کرنے سے ۴۰۲ بن جاتے ہیں۔ اب اگر راقم الحروف آپ ہی کی طرح تحقیق کے میدان کا مردِ ہو تو گذشتہ چودہ سو برس کے تمام طبیبوں کی اس 'غلطی' کی اصلاح کرکے ۴۰۲ کے بجائے ۴۳۳ کے صحیح ہونے پر اصرار کرے تو یقیناً دنیائے طب کا محقّق کہلانے کا مستحق ہوگا۔ لیکن برادرِ من! مجھے ایسا شوق نہیں ہے اور میں ۴۰۲ ہی کو ہوالشافی کے صحیح اعداد تسلیم کرتا ہوں اس لئے کہ ؏

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

حافظ صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ "جب کسی بات کا حق اور سچ ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کے خلاف کوئی بات چاہے کتنے ہی عرصے سے کسی معاشرے یا کسی طبقہ میں رائج یا راسخ ہو چکی ہو اسے ترک کر دینا ہی صراطِ مستقیم اور راہِ صواب ہے —— حافظ صاحب کی اس بات سے راقم الحروف سو فی صد اتفاق کرتا ہے لیکن کسی بات کا حق اور سچ ہونا ثابت ہو جائے تب ہے نا! یہ تو نہیں کہ آپ جو بات فرما دیں۔ وہ حق اور سچ ہے اور نہ یہ کہ کسی بات کو آپ اپنے زعم میں حق اور سچ ثابت کر لیں اور سمجھ لیں کہ ؏

"مستند ہے میرا فرمایا ہوا"

خدا کے لئے یہ تحقیق و تجدید اس دورِ علم کے انہی محققین و مجددین کے لئے رہنے دیں جو 'تواترِ عمل' کے باوجود نمازوں کی موجودہ تعداد اور ہیئت ترکیبی کو بھی چودہ سو سال کے "دورِ جہالت" کی یادگار سمجھتے ہیں اور جن کے نزدیک ان سے پہلے چودہ صدیوں میں قرآن حکیم کے صحیح مفہوم کو سمجھا ہی نہیں گیا۔

حافظ صاحب نے ابھی تو صرف خطوط پر ۷۸۶ لکھنے ہی پر تنقید فرمائی ہے۔ غالباً اُن کی نظروں سے وہ خطوط نہیں گذرے جن پر ۷۸۶/۹۲ یعنی ۷۸۶ کے نیچے ۹۲ کا عدد لکھا ہوتا ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی "محمدؐ" کا عدد ہے۔ کیا ۹۲ عدد صرف 'محمدؐ' ہی کے

ہیں۔ لیجئے سنئے ۹۲ عدد لفظ 'مولوی' کے بھی ہیں۔ اب کیا آپ یہ لکھنا پسند فرمائیں گے کہ جو لوگ اپنے خطوط پر $\frac{۷۸۶}{۹۲}$ لکھتے ہیں۔ وہ دراصل اوپر یا علی مولا علی امیرالمومنین " اور اس کے نیچے "مولوی لکھتے ہیں۔

راقم الحروف نے آج سے کم و بیش پینتیس برس پہلے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان یہ شعر تھا ؎

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

اس مضمون میں گورو نانک کے ایک قطعۂ منظوم کا ذکر تھا کہ ؎

عدد گنوں جن اچھر کے کیجو چوگنے تا
دس ملائے پنج گن کیجو کا ٹو بیس بنا
باقی بچے جو، نوگن کیجو، دو اس میں اور ملا
نانک ہر کے بچن سے محمدؐ نام بنا

یہ قطعہ حروفِ ابجد ہی کے ایک معمّے کی صورت ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ آپ دنیا کی کسی چیز، مقام، انسان کا نام لے لیں اسے چار سے ضرب دیں پھر اس میں دس جمع کر کے پانچ سے ضرب دیں پھر اسے بیس پر تقسیم کر لیں جو باقی بچے اسے نو سے ضرب دے کر اس میں دو جمع کر لیں تو جواب ۹۲ ہو گا جو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعداد ہیں۔ لیکن کیا ۹۲ کے عدد سے اور لفظ نہیں بنائے جا سکتے۔ اگر حافظ صاحب کی طرح کوشش کی جائے تو یقیناً ایک 'مولوی' (= ۹۲) کا لفظ ہی نہیں سینکڑوں لفظ تراشے جا سکتے ہیں لیکن کیا اس طرح باوا نانک کا دلی منشاء پورا ہو سکے گا؟

راقم الحروف اظہارِ فخر کے لئے نہیں اظہارِ حقیقت کے طور پر لکھ رہا ہے کہ گذشتہ نصف صدی سے ہزاروں تقریباتِ مسرّت و غم کے موقعوں پر سینکڑوں بچوں کی ولادت اور سینکڑوں بزرگوں اور دوستوں کی وفات پر منظوم قطعہ ہائے تاریخ لکھ چکا ہے۔ اس لئے حافظ صاحب نے حروفِ ابجد کی ایجاد پر جو الگ مضمون لکھنے کا اعلان فرمایا ہے اس اعلان پر بھی نظرِ ثانی فرما لیں —— اور ہم سادہ دل، سادہ رُخ اور سادہ لوح گناہگار مسلمانوں کو سیدھا سادھا مسلمان ہی رہنے دیں۔ ملّتِ مرحومہ کے حالِ زار پر رحم فرمائیں۔ اور انہیں مزید ذہنی انتشار میں مبتلا نہ فرمائیں تو بہتوں کا بھلا ہو گا ؎

من ارچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

بقیہ صلوٰۃ وسلام...

فجر کی اذان میں تثویب کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت گہری نیند اور غفلت کا ہوتا ہے۔ شیطان اس وقت تھپکیاں دے دے کر سلانے کی کوشش کرتا ہے۔ علماء دیوبند کا مؤقف بعینہٖ علماء متقدمین کا مؤقف ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم جو فجر کی اذان میں داخل ہے یہی تثویب ہے۔ اگرچہ بعض نے اذان کے علاوہ اس کلمہ کو تثویب قرار دیا ہے لیکن متاخرین نے تمام نمازوں میں تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ غفلت اور سستی امورِ دینیہ میں بہت زیادہ ہو گئی ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری۔ خانیہ۔ بدائع الصنائع۔ ہدایہ۔ فتح القدیر، مراقی الفلاح وغیرھا کتب میں موجود ہے

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

ع ایک شمع اور بُجھی اور بڑھی تاریکی

حضرت مولانا امداد الحق انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولانا امداد الحق ۲۹ اکتوبر کو اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

مولانا نصیر الدّین نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا امداد الحق صاحبؒ ۱۷ اگست ۱۹۱۹ء کو برسین ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اور ۱۹۴۲ء میں جامعہ ڈابھیل میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دورۂ حدیث و تفسیر پڑھا۔ ان کے اساتذہ میں مولانا بدر عالم صاحبؒ، مولانا ظہور احمد دیوبندی، مولانا محمد یحییٰ صدیقی مولانا عبد الجبار صاحب، مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، مولانا عبد العزیز صاحب اور مولانا عبد الرحمن صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت نے لاٹھیانوالہ سے دینِ اسلام کی تعلیمی و تبلیغی خدمات کا آغاز کیا اور ۱۹۵۴ء میں چک جھمرہ فیصل آباد میں خطیب کی حیثیت سے مرکزی جامع مسجد کی خدمات سنبھالیں اور بائیس سال تدریس و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے اور پھر ۱۹۷۴ء سے مرکزی مسجد کوہِ نور نگر میں خطیب مقرر ہوئے اور اسی دوران حضرت نے دار العلوم فیصل آباد میں تدریسی فرائض بھی انجام دیئے۔ ۱۹۸۳ء سے انہیں دل کا عارضہ لاحق ہو گیا جو تین سال میں یکے بعد دیگرے تین مرتبہ حملہ آور ہوا۔ چنانچہ آخری مرتبہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو سول ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء بروز منگل شام تین بج کر پانچ منٹ پر انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا دراز قد خوبصورت و خوب سیرت اور بہترین مہمان نواز تھے اور التفات کا یہ عالم تھا کہ ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ حضرت کی سب سے زیادہ نگاہِ کرم مجھ پر ہے۔ حضرت ساری زندگی تبلیغ دین اور اکابر جمعیۃ علماء اسلام حضرت لاہوریؒ اور حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی تائید میں ساتھ دیتے ہوئے صرف فرمائی۔ حضرت کے چار صاحبزادے ہیں جو بحمد اللہ حافظ و قاری ہیں اور ایک صاحبزادہ عطاء الرحمن صاحب کو حافظ و قاری ہونے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تکمیل کا بھی شرف نصیب ہے۔ مولانا مرحوم کے شاگرد کثیر تعداد میں موجود ہیں مگر درج ذیل شاگردوں سے حضرت کو خاص محبت تھی۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب، خطیب بخاری مسجد فیصل آباد، حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ فاروقیہ شیخوپورہ، حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب، خطیب بلاک ع ۱۶، سرگودھا اور صاحبزادہ محمد نصیر الدین نقشبندی، مہتمم مدرسہ مخزن العلوم فیصل آباد ہیں۔ اللہ کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہر مرض کی دوا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے۔

معاشرے میں منشیات کی وباء

محمد عثمان الوری

موجودہ زمانے میں جہاں جرائم میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور روز بروز جدید نشہ آور اور اخلاق شکن اشیاء ایجاد ہوتی جا رہی ہیں قدیم زمانہ سے نشہ آور چیزیں معاشرے میں انتہائی ذلّت اور حقارت سے لوگ دیکھتے رہے ہیں اور ان چیزوں کے استعمال کرنے والوں کو معاشرے میں ہمیشہ حقیر نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ موجودہ صدی میں جہاں دنیا ترقی کرتی ہوئی چاند پر پہنچ چکی ہے اور خلائی سفر پر روانہ ہو چکی ہے۔ کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے کہ اب شراب، چرس، افیون، راکٹ کے بعد ایک انتہائی مہلک چیز ہیروئن کے نام سے دنیا کے سامنے آ چکی ہے جس کی تباہ کاریوں کے سامنے ماضی کی تمام نشہ آور چیزوں کے مضمرات ماند پڑ چکی ہیں اور اب یہ پاکستان کے علاوہ امریکہ، افریقہ، یورپ اور ایشیا کے شہروں میں خاندانوں کو تباہ کر رہی ہے۔ اس کے استعمال سے چند ماہ بعد انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور مرنے والے کے لواحقین برباد ہو جاتے ہیں۔ اس طرح خواتین، مرد، بچے، بچیاں اور دیگر عام لوگ اس سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ لہذا اس وقت معاشرے میں بالخصوص پاکستان میں اس کے سدِّ باب کے لئے اس کے کاروبار کرنے والوں اور فروخت کرنے والوں کو فوراً ہلاکت کی سزا دی جائے اور پولیس کے ذمہ دار، علماء، اور دانشور، ڈاکٹر اور طلباء، کاروباری لوگ ان مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے ہمہ وقت ان کا محاسبہ کریں اور معاشرے میں ہیروئن فروخت کرنے والوں کو اسلام اور انسانیت کا قاتل تصور کرتے ہوئے تعاقب کریں۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر اور کونسلر حضرات بھی اپنی ذمّہ داری اور حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھائیں اور صوبہ کے تمام پولیس آئی جی حضرات کو باخبر کریں۔ ورنہ اس قسم کے تباہ کن نشہ سے پوری قوم تباہ ہو جائے گی اور آئندہ نسل ناکارہ ثابت ہو گی۔ یہ کسی خطرناک دشمن پھیلائی ہوئی چیز ہے جو پاکستانیوں کو ہلاک کرنے کے لئے عام کی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ غیور اور باہمت لوگ اس جانب توجہ فرمائیں گے اور ملک و ملّت کو تباہی سے بچائیں گے کیونکہ یہ زوال کی آخری نشانی ہے۔

بقیہ : وفاق المدارس

فضلاء یا جن کی داڑھی مسنون مقدار سے کم ہو، داخلہ نہ بھیجیں۔

۸۔ مہتمم جامعہ کی طرف سے اس سے قبل وفاق کے امتحان میں آپ کے شریک نہ ہونے کا تصدیق نامہ۔

۹۔ قیام و طعام کا انتظام خود امیدوار کے ذمّہ ہو گا۔ وفاق اس کا انتظام نہیں کرے گا۔

۱۰۔ پرچوں پر نظرِ ثانی نہیں کی جائے گی۔

۱۱۔ جملہ امور میں امتحانی کمیٹی کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

مفتی محمّد انور شاہ
ناظم امتحانات
وفاق المدارس العربیہ پاکستان

امتحان متاخرین کے متعلق وفاق المدارس العربیّہ کا اعلان

درج ذیل تفصیلات کے ساتھ قدیم فضلاء کا امتحان ۱۲ جنوری ۱۹۸۶ء کو ملتان میں منعقد ہو گا۔

وفاق المدارس العربیّہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۶ صفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۸۵ء اور مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۷ صفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۸۵ء دار العلوم فیصل آباد میں فیصلہ کیا گیا کہ وفاق سے ملحق جامعات کے سالہائے گذشتہ کے جو فضلاء وفاق کا امتحان نہ دے سکے ان کے لیے الگ امتحان مقرر کیا جائے۔

چنانچہ امتحانی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق قدیم فضلاء کا امتحان یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۲ جنوری ۸۶ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے جامعہ خیر المدارس بیرون دہلی گیٹ ملتان میں منعقد ہو گا۔

طریق کار امتحان

۱۔ اس امتحان کا ۱۰۰ نمبروں کا ایک معیاری پرچہ (ورقۃ الاختبار النہائی فی العلوم الاسلامیۃ والعربیۃ) ہوگا۔

۲۔ کامیابی کے لیے ۴۰ فیصد نمبر حاصل کرنے ضروری ہوں گے اور فیصد نمبروں کے حساب سے اس امتحان کے درجات کامیابی تین ہوں گے۔

۱۔ مقبول ۲۔ جید (۳) جید جدا

شرائط داخلہ:

۱۔ داخلہ وفاق کے مطبوعہ فارم کے ذریعہ ہو گا جو دفتر وفاق ملتان سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ جامعہ سے حاصل کردہ سند کی مصدقہ فوٹو کاپی۔

۳۔ شناختی کارڈ کی مصدقہ دو عدد فوٹو کاپی۔

۴۔ فیس امتحان دو صد روپیہ

۵۔ سابق فضلاء ۱۴۰۲ھ یا اس سے پہلے کے فضلاء ہیں۔ اس کے بعد کے فضلاء اس امتحان میں شریک نہیں ہو سکتے۔

۶۔ سالہائے گذشتہ کے سالانہ امتحانات میں ناکام طلبہ بھی اس امتحان میں شریک نہیں ہو سکتے۔

۷۔ وفاق سے ملحق جامعات کے سابق فضلاء داخلہ بھیجیں۔ پرائیویٹ طلباء یا وفاق سے غیر ملحق جامعات کے

(باقی ۲۴ پر)

وفاق المدارس اپنے سابق فضلاء کی نئی سندیں جاری کریگا

وفاق المدارس نے اپنے جملہ سابق فضلاء کو درجہ الثانویۃ العامہ درجہ الثانویۃ الخاصہ اور درجہ عالیہ کے سندات جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

طریق کار: اپنا اور مدرسہ کا مکمل پتہ، تاریخ پیدائش، سال امتحان اور فیس سندات یکصد پچاس روپے کے ساتھ ساتھ الثانویۃ العامہ، الثانویۃ الخاصہ اور عالیہ کے نصاب میں شامل کتب کا تفصیلی نتیجہ مع فیصد نتیجہ مصدقہ مہتمم جامعہ/مدرسہ مہیا کرنا ہوگا۔ نیز درجہ عالیہ (دورہ حدیث) کا سال امتحان، رقم الجلوس، نام جامعہ اور موجودہ مکمل پتہ مہیا کرنا لازمی ہے۔ ان درجات سے متعلق تعلیمی کوائف مہیا کرنے کے لیے مطبوعہ فارم دفتر وفاق ملتان سے طلب فرما دیں۔

مفتی محمّد انور شاہ
ناظم امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان
جامعہ قاسم العلوم
کچہری روڈ، ملتان

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں ۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

ریاح شکم

س : بندہ کے پیٹ کے نیچے مثانے کی جگہ ہوا بھر جاتی ہے اور بہت درد ہوتا ہے ۔ اکثر صبح سویرے ہوتا ہے جو نو دس بجے تک رہتا ہے ۔ اگر پاخانہ کھل کر آ جائے تو درد ختم ہو جاتا ہے ۔قبض کی شکایت اکثر رہتی ہے کوئی اچھا سا نسخہ لکھیں ۔

(نورالدین عثمانی ، فیصل آباد)

ج ۔اگر آپ صبح سویرے نماز فجر کے بعد ایک دو میل پیدل سیر کریں یا ہلکی سی دوڑ لگائیں تو آپ کی تکلیف بغیر کسی دوائی کے دُور ہو سکتی ہے ۔ اس سیر سے واپسی پر آپ کو پاخانہ کھل کر آ جایا کرے گا ۔ اور یہ تکلیف رفع ہو جائے گی ۔ دوائی کے طور پر آپ صرف سونف ایک حصّہ ، کھانے کا سوڈا ½ حصّہ ملا کر رکھیں ۔ اور کھانے کے بعد بقدر ۲ ماشہ کھا لیا کریں ۔ نیز دن میں دو چار گلاس پانی پیا کریں ۔

درد کمر ، موٹاپا

س : میری عمر ۲۲ سال ہے غیر شادی شدہ ہوں ۔ ہر وقت کمر میں درد رہتا ہے ۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہیں ۔ موٹی بھی ہو گئی ہوں ۔ آپ میرے لئے کوئی دوا تجویز کریں ۔ جو یہاں سے مل سکے ۔

(فلک ناز جمال ، کراچی)

ج : اگر آپ نے اپنا پورا پتہ اور جوابی لفافہ بھیجا ہوتا تو آپ کو براہ راست مشورہ دیا جا سکتا ۔ فی الحال آپ صبح سویرے ایک دو میل پیدل سیر کریں ۔ اور مرغن غذاؤں کا استعمال ترک کر دیں ۔ مفصّل جواب کے لئے جوابی لفافہ بمعہ اڈریس روانہ کریں ۔

بادی بواسیر

س : بندہ کو چار پانچ سال سے بادی بواسیر کی شکایت ہے ۔ خارش ہوتی ہے ، قبض رہتی ہے ۔ پیٹ میں گیس کی بھی شکایت ہے ۔ عمر ۳۸ سال ہے ۔

(اسلام الدین خاں ، گگو منڈی ضلع وہاڑی)

ج : آپ مندرجہ ذیل نسخہ تیار کر کے استعمال کریں ۔ انشاء اللہ صحت ہو گی ۔

پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ ، پوست ہلیلہ کابلی ۵ تولہ ، پوست بہیڑہ ۵ تولہ ، آملہ مقشّر ۵ تولہ ، برگ سنا مکّی ۵ تولہ ، گل سرخ ۵ تولہ ، انیسون ۳ تولہ ، زنجبیل ۲ تولہ ، نمک سیاہ ۲ تولہ سب دوائیں کوٹ چھان کر ملا لیں ۔ روزانہ صبح ، دوپہر کھانے کے بعد ½ ماشہ پانی کے ساتھ اور رات سونے وقت ۴ ماشہ دودھ کے ساتھ کھایا کریں ۔ نیز روزانہ صبح نماز فجر کے بعد ایک دو میل کی پیدل سیر کریں اور دن میں تین چار گلاس پانی بغیر پیاس کے بھی پیا کریں ۔ چاول ، انڈا ، گوبھی اروی ، بھنڈی ، بینگن اور دال ماش گائے

بقیہ گوشت سے پرہیز کریں

بچوں کا صفحہ

تسلیم حسین ، میانوالی

سبق آموز کہانیاں

امیرالمومنین حضرت عمرؓ ایک دفعہ رات کے وقت گشت کر رہے تھے کہ ایک بدوی کو انتہائی بے چینی کی حالت میں دیکھا ۔ آپ کے دریافت کرنے بدوی نے بتلایا کہ اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ سخت تکلیف میں ہے لیکن میرے پاس کوئی پیسہ نہیں کہ دایہ کا بندوبست کروں ۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت عمرؓ گھر واپس تشریف لے گئے اور اپنی زوجہ محترمہ اُم کلثوم کو ساتھ تیمارداری کے لئے ساتھ لے گئے وہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ خود بدوی سے باتیں کرنے لگے ۔ اُم کلثوم اندر تشریف لے گئیں ۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی کہ امیرالمومنین اپنے دوست کو خوشخبری دیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں فرزند عطا فرمایا ہے ۔ بدوی امیرالمومنین کا نام سن کر چونکا ۔ حضرت عمرؓ نے اسے تسلّی دی اور انعام سے نوازا اللہ تعالےٰ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے ۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک بچّے کے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کہ بچّہ کیوں رو رہا ہے ۔ جواب ملا کہ اس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہے تاکہ حکومت سے وظیفہ ملے ۔

عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی لرز اٹھے اور اُسی دن سے پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ دینے کا فرمان جاری کر دیا تاکہ دودھ نہ چھڑایا جائے اور بچے خوب پرورش پائیں ۔

سلطان ملک شاہ سلجوقیوں میں ایک عادل بادشاہ گذرا ہے اس کے عدل کے واقعات تاریخ میں نمایاں ہیں ۔ ایک دفعہ اس کے سپاہیوں نے ایک غریب بڑھیا کی گائے کھا لی ۔ غریب بڑھیا نے اس زیادتی کے خلاف کافی احتجاج کیا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی ۔ بڑھیا بڑی پریشان ہوئی ۔ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کے لئے نکلا ۔ تو بڑھیا نے یہ موقعہ غنیمت جانا اور نہر کے پل پر بادشاہ کے راستے میں جا کھڑی ہوئی ۔ جب بادشاہ کی سواری بڑھیا کے قریب پہنچی تو اس نے لگام پکڑ کر بادشاہ سے کہا کہ میرا انصاف اس پُل پر کرے گا یا پل صراط پر ہو گا ۔

بادشاہ نے جب یہ واقعہ سنا تو لرز گیا اور بڑھیا کو ایک کے بدلے ستّر دے کر راضی کیا ۔

سلطان احمد شاہ والئ دکن کے داماد نے ایک دفعہ ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا ۔ جب مقدمہ قاضی کے پاس آیا تو قاضی نے مقتول کے ورثاء کو خون بہا دلوا کر راضی کر دیا اور فیصلہ کی مثل بادشاہ کے پاس بھیج دی لیکن بادشاہ نے قاضی کے اس فیصلے کو کمزور قرار دیا اور اسے ردّ کرتے ہوئے پھانسی کی سزا دی تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور امیر لوگ محض خون بہا ادا کر کے ہی غریب لوگوں کی گردنیں نہ مارتے

باقی